Mairaj

Vol 2, Issue 2

https://www.mairaj.pk editor.mairaj@gmail.com

ISSN Online 2959-2089 ISSN Print 2959-2070

ڈاکٹر ارشد محمود ناشادؔ

ایسوسی ایٹ پروفیسر اُردو علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

اقبال کی نظم: ''ایک پہاڑ اور گلہری'' کا منظوم پنجابی

Dr.Arshad Mahmood Nashad

Associate Professor Urdu Allama Iqbal Open University, Islamabad,

Punjabi Poetic Translation of Iqbal’s Poem: “The Mountain & the Squirrel”

In the early phase of his poetic career, Allama Iqbal penned several soul-stirring poems for children. Alongside his original compositions, he drew significant inspiration from the works of various English poets. In some instances, he adopted their central themes as the foundation for his own verses, while in others, he provided complete poetic translations. Among these adapted and translated works is the poem "Ek Pahar aur Gilheri" (The Mountain and the Squirrel), which is a translation of a celebrated poem by the English poet Ralph Waldo Emerson. During the compilation of Bang-e-Dara, Iqbal excised several verses from his original draft, retaining only the most select portions.This article marks the first public presentation of a Punjabi poetic rendition of the version found in Bang-e-Dara, translated by the renowned poet, scholar, and Iqbal expert, Sufi Ghulam Mustafa Tabassum. The article includes an introduction to the poem as well as the original text by Emerson. Furthermore, the stanzas omitted by Iqbal from the final version of Bang-e-Dara are also provided to offer a comprehensive understanding of the editorial process. Sufi Tabassum’s translation stands as a profound testament to his creative mastery and linguistic finesse.

Key words: Allama Iqbal, Emerson, Poetic Translation, Sufi Tabassum, Adapted, Punjabi

[۱]

علامہ محمد اقبال [۱۸۷۷ء تا ۱۹۳۸ء] بیسویں صدی کے بے بدل شاعر اور بے مثل مفکر تھے۔ انھوں نے صحیح معنوں میں شعر و ادب کے دھارے کا رُخ بدل کر اُسے نئے موضوعات، اسالیب اور لفظیات سے آشنا کیا۔ ان کے نزدیک شاعری محض حظ بخشی اور لذت یابی کا ذریعہ نہیں۔ وہ شاعر کی تکنیکی ہنر مندی اور فنی مشاقی کو اُس وقت تک بے معنی سمجھتے ہیں جب تک اس کی شاعری اعلا مقصدیت کی حامل نہ ہو۔ اقبال نے طالب علمی کے زمانے میں شعر گوئی کے میدان میں قدم رکھا۔ اُن کی ابتدائی شعر گوئی روایتی طرز کی حامل تھی۔ مولوی میر حسن کی صحبت نشینی، داغؔ دہلوی کے حلقۂ تلامذہ میں شمولیت اور مشاعروں کی عمومی فضا نے انھیں مشرقی آدابِ شعر گوئی سے مکمل طور پر واقف و آگاہ کر دیا تھا تاہم ان کی روح کی بے قراری اور مزاج کی سیمابیت ''کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے'' کی طالب تھی۔ اسی ابتدائی زمانۂ شعر گوئی میں وہ مغربی ادبیات کے مطالعے کی طرف متوجّہ ہوئے۔ ابتدائی انگریزی نصابات میں شامل انگریز شعرا کی ولولہ انگیز اور مقصدیت کی حامل نظموں نے اقبال کو بہ طورِ خاص متاثر کیا۔ ان چھوٹی چھوٹی نظموں میں حرکت و عمل کا پیغام جس عمدگی کے ساتھ پیش کیا گیا تھا، اُسے اقبال نے پسند کیا۔ مشرقی ادبیات میں اگرچہ موضوعاتی نظمیں لکھی جا رہی تھیں تاہم ان میں وہ پیغام موجود نہیں تھا جو جدید مغربی شاعری میں روح کی طرح موج زن تھا۔ اقبال نے مشرقی ادبیات کے منظر نامے کو اس نئے طرزِ احساس سے روشناس کرنے کے لیے مغربی طرز کی نظموں کو اُردو میں رواج دیا۔ اوّل اوّل انھوں نے انگریز شعرا کی ان نظموں کو جو پرائمری درجے کے نصابوں میں شامل تھیں، اُردو میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ بعض نظموں کا کھلا ترجمہ پیش کیا اور بعض نظموں کے مرکزی خیال سے استفادہ کرتے ہوئے طبع زاد نظمیں تخلیق کیں۔ بانگِ درا کے حصّہ اوّل کی کئی منظومات جیسے: ایک مکڑا اور مکھی، ایک پہاڑ اور

گلہری، ایک گائے اور بکری، بچے کی دُعا، ہمدردی، ماں کا خواب، پیامِ صبح، عشق اور موت اور رخصت اے بزمِ جہاں اسی خوشہ چینی اور استفادے کا اظہار یہ ہیں۔ انگریزی شعرا سے استفادے کا یہ سلسلہ ۱۹۰۵ء تک پھیلا ہوا ہے۔ اقبال نے جن شعرا کی نظموں کا اُردو میں ترجمہ پیش کیا یا اُن کے مرکزی خیال پر اپنی نظموں کی بنیاد رکھی، ان میں ولیم کوپر، لانگ فیلو، ایمرسن اور ٹینی سن کے نام نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال نے ان شعرا سے استفادے کا واضح اعتراف کرتے ہوئے اپنی نظموں کو "ماخوذ" قرار دیا۔ اگرچہ اقبال نے بعض نظموں کو اپنے جذب و شوق سے ایسے انداز میں پیش کیا کہ وہ کسی طرح بھی مذکورہ شعرا کی منظومات سے مستفاد معلوم نہیں ہوتیں۔ اُردو میں اقبال کی ان نظموں کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا کیوں کہ ابتدائی نصابات میں ایسی منظومات کا شمول وقت کی ضرورت تھی۔ ان نظموں کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بانگِ درا کی ترتیب و تشکیل کے وقت اقبال نے ان نظموں کے منتخب اجزا کو مجموعے میں شامل رکھا، جب کہ ابتدائی دور کی کئی نظمیں اور غزلیں بانگِ درا میں شامل ہونے سے محروم رہیں۔ یہ نظمیں اقبال کے شعری مزاج کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہیں اور ان کی روشنی میں اقبال کی فکر کے تشکیلی مراحل کو جاننے میں مدد ملتی ہے۔

[۲]

نظم "ایک پہاڑ اور گلہری" معروف امریکی شاعر رالف رالڈو ایمرسن [۱۸۰۳ء تا ۱۸۸۲ء] کی نظم The Mountain & The Squirrel کا کھلا ترجمہ ہے۔ اقبال نے ایمرسن کی نظم کا لفظ بہ لفظ یا سطر بہ سطر ترجمہ پیش نہیں کیا بل کہ اُس کے مرکزی خیال کو وسعت دے کر نظم کی صورت دی۔ ایمرسن کی نظم ذیل میں پیش کی جاتی ہے تاکہ اقبال کے استفادے اور اضافے کا اندازہ لگایا جا سکے:

The Mountain & the Squirrel

The Mountain & the Squirrel
Had a quarrel,
And the former called the latter “Little Prig."
Bun replied,
“You are doubtless very big;
But all sorts of things and weather
Must be taken in togather,
To make up a year
And a sphere.
And I think it no disgrace
To occupy my place.
If I am not so large as you,
You are not so small as I,
And not half so spry,
I’ll not deny you make
A very pretty squirrel track;
Talents differ; all is well and wisely put;
If I cannot carry forests on my back,
Neither can you crack a nut." (1)

اقبال نے ایمرسن کے اس خیال کو چوبیس اشعار میں پھیلا کر پیش کیا۔ پہلی بار ۱۹۰۴ء میں یہ نظم تمام اشعار کے ساتھ اُردو کی چھٹی کتاب میں شامل ہوئی۔ بانگِ درا کی ترتیب کے وقت اقبال نے اس نظم کے بارہ اشعار حذف کر کے باقی بارہ اشعار کو مجموعے میں شامل کیا۔ بانگِ درا میں شامل اشعار درجِ ذیل ہیں:

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اِک گلہری سے
تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے
ذرا سی چیز ہے، اس پر غرور کیا کہنا
یہ عقل اور یہ سمجھ، یہ شعور، کیا کہنا!
خدا کی شان ہے ناچیز، چیز بن بیٹھیں

جو بے شعور ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں
تری بساط ہے کیا میری شان کے آگے
زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے

جو بات مجھ میں ہے تجھ کو وہ ہے نصیب کہاں
بھلا پہاڑ کہاں، جانور غریب کہاں
کہا یہ سُن کے گلہری نے منہ سنبھال ذرا
یہ کچّی باتیں ہیں دل سے انھیں نکال ذرا
جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پروا
نہیں ہے تُو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا
ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا کوئی چھوٹا، یہ اُس کی حکمت ہے
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اُس نے
مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اُس نے
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تُجھ میں
نِری بڑائی ہے، خوبی ہے اور کیا تُجھ میں
جو تُو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو
یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو
نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قُدرت کے کارخانے میں (۲)

علامہ اقبال نے جو اشعار دائرۂ انتخاب سے باہر رکھے، وہ بھی مکالمے کے حسن اور دل چسپی کے ذائقے سے معمور ہیں۔ ملاحظہ ہوں حذف شدہ اشعار:

پہاڑ:

ذرا سے قد پہ تجھے چاہیے نہ اترانا
کہ میرے سامنے تیرا گھمنڈ ہے بے جا
مری طفیل سے پانی ملا ہے دریا کو
دبائے بیٹھا ہوں دامن میں دشت و صحرا کو
فلک کی شان سے آنکھیں ملائے بیٹھا ہوں
بنوں کو پیٹھ پہ اپنی اٹھائے بیٹھا ہوں
اُسے جو چومتی ہیں اٹھ کے چوٹیاں میری

بلائیں لیتا ہے جھک جھک کے آسماں میری
جو برف ہے مرے سر پر بدن پہ سبزی ہے
ہری قمیص پہ گویا سفید پگڑی ہے
بڑا پہاڑ ہوں میں، شان ہے بڑی میری
کسی سے ہو نہیں سکتی برابری میری

گلہری:
ذرا سی بات ہے، انصاف سے مگر کہنا
یہ زندگی ہے کوئی اس طرح پڑے رہنا
قدم نہ اٹھے تو جینا ہے موت سے بد تر
ہزار عیب سے یہ ایک عیب ہے بڑھ کر
قلم بنا کے نہ لاتا اگر مری دُم کا
ہنر کو اپنے مصور نہ پھر دکھا سکتا
جہاں کے باغ کی گویا سنگھار ہے ہر چیز
کہ اپنی اپنی جگہ شان دار ہے ہر چیز
نہیں کسی کو حقارت سے دیکھنا اچھا
یہ بات جس نے سمجھ لی وہی رہا اچھا
پہاڑ سُن کے گلہری کی بات شرمایا
مثل ہے وہ کہ بڑے بول کا ہے سر نیچا (۳)

[۳]
صوفی غلام مصطفی تبسمؔ[۱۸۹۹ء تا ۱۹۷۸ء] بیسویں صدی کے معروف شاعر، ادیب، شارح، مترجم، استاد، غالب شناس، اقبال شناس اور دانش ور تھے۔ بچوں کے شاعر کی حیثیت سے انھیں بے پناہ مقبولیت ملی۔ انھوں نے غالب اور اقبال کے کلام کی شرحیں لکھیں اور منتخب کلام کو پنجابی اور اُردو کے قالب میں ڈھالا۔ اُردو، فارسی اور پنجابی زبانوں پر انھیں استادانہ قدرت و مہارت حاصل تھی۔ تینوں زبانوں میں انھوں نے نظم و نثر کا بڑا سرمایہ یادگار چھوڑا۔ صوفی تبسمؔ نے لاہور ریڈیو سے بے شمار پروگرام کیے۔ اُن کی وفات کے بعد ان کی کئی تحریریں مختلف اصحابِ علم نے مرتب کر کے شائع کیں۔ اس کے باوجود صوفی تبسمؔ کی کئی نگارشات اب تک غیر مطبوعہ صورت میں یہاں وہاں موجود ہیں۔ علامہ اقبال کی نظم ''ایک پہاڑ اور گلہری'' کا منظوم پنجابی بھی ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ یہ ترجمہ مجھے پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد قریشی[م: ۲۰۰۷ء] کے کاغذات سے محبوب عالم[اسسٹنٹ، شعبہ اُردو] کے توسط سے حاصل ہوا۔ (۴) یہ ترجمہ صوفی صاحب کا دست نوشت ہے۔ ترجمے کے اختتام پر صوفی صاحب کے دستخط ہیں اور ۲۰، اپریل ۱۹۷۴ء کی تاریخ مرقوم ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ ترجمہ اسی تاریخ کو کیا گیا اور اسی تاریخ کو ریڈیو کو فروخت کیا گیا۔ نظم کے پہلے صفحے پر سرخ قلم سے Purchased لکھا ہوا ہے اور ۲۰، اپریل ۱۹۷۴ء ہی کی تاریخ مرقوم ہے۔

صوفی تبسم نے بانگ درا میں شامل اشعار کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ یہ ترجمہ چودہ اشعار پر مشتمل ہے۔ پہاڑ کا مکالمہ پانچ جب کہ گلہری کا مکالمہ نو اشعار پر مشتمل ہے۔ صوفی صاحب کا یہ ترجمہ شعر بہ شعر ترجمہ ہے تاہم کہیں کہیں اقبال کے مصرعے کا مفہوم بہ رنگِ دگر بھی پیش کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر: ''تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے'' کو تین مصرعوں میں یوں نظم کیا ہے:

نچّن ٹپن دااے بڑا چا تینوں
اودھر دوڑنی ایں، ایدھر آؤنی ایں
کیہڑی گل پچھے پیلاں پاؤنی ایں

یہ منظوم ترجمہ رواں دواں اور عام فہم پنجابی میں ہے۔ یہ ترجمہ بلاشبہ صوفی غلام مصطفی تبسم کی دونوں زبانوں پر استادانہ گرفت اور مہارتِ شعری کا اظہاریہ ہے۔ صوفی صاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

اِک پہاڑ گلہری نوں کہن لگا
نچّن ٹپن دااے بڑا چا تینوں
اودھر دوڑنی ایں، ایدھر آؤنی ایں
کیہڑی گل پچھے پیلاں پاؤنی ایں
چھوٹی ہو کے بڑی مغرور ہیں تُوں
ذرا سوچ کنّی بے شعور ہیں تُوں
رب دی شان ناچیز وی چیز بن گئی
بے تمیز ہو کے باتمیز بن گئی
میرے جیہے تیرے وچ طور کتھے
میں پہاڑ کتھے تُوں جنوَر کتھے

~~~~~~~~

جد ایہہ گل گلہری نے سُن لئی
آئی جوش دے وچ تے بول پئی
سُن ایہہ کیہ ویروے کھولنا ایں
کیہڑی گل پچھے مندا بولنا ایں
دِلوں بھیڑے خیال نوں کڈھ دیئے
چنگی گل نہ ہووے تے چھڈ دیئے
وڈا ہوویں گا، کیہ پرواہ مینوں
نِکا بن کے ذرا وکھا مینوں
ہر شے وچ رب دیاں قدرتاں نیں
چھوٹا وڈا سبھ اوہدیاں حکمتاں نیں
رب تینوں جے وڈا بنا دِتّا
~~~~~~~~

مینوں ٹہنی تے چڑھنا سکھا دِتّا
ذرا اپنی جگہ توں ہٹ تے سہی
دو تن قدم میرے نال پٹ تے سہی
میرے جیہا کوئی گُن وکھا مینوں
چھالیا توڑ کے ذرا دکھا مینوں
کو ہجھی شے نہیں کوئی جہان دے وچ
ہر اِک سوہنی اے اپنی شان دے وچ

حوالہ جات

(۱) http://www.bartle.com/102/40.html

(۲) اقبال، علامہ محمد؛ کلیاتِ اقبال (اُردو)؛ لاہور، اقبال اکادمی، پاکستان، ششم، ۲۰۰۴ء؛ ص ۴۶،۴۵۔

(۳) صابر کلوروی، ڈاکٹر (مرتب)؛ کلیّاتِ باقیاتِ شعرِ اقبال؛ لاہور، اقبال اکادمی پاکستان؛ اوّل، ۲۰۰۴ء؛ ص ۱۸۰،۱۷۹۔

(۴) ڈاکٹر نثار احمد قریشی نے جامعۂ پنجاب سے صوفی غلام مصطفی تبسمؔ کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ دورانِ تحقیق انھوں نے مختلف جگہوں سے صوفی تبسم کی تحریریں اور دیگر لوازمہ جمع کیا۔ یہ نظم شاید انھیں ریڈیو لاہور سے حاصل ہوئی تھی۔

سوادِ تحریر: صوفی غلام مصطفی تبسم

Purchased
20-4-74

اک پہاڑ اور گلہری (اقبال)

دا

پنجابی ترجمہ

اک پہاڑ گلہری نوں کہن لگا
نچّن ٹپّن دا اے بڑا چا تینوں

اودھر دوڑدی ایں، ایدھر آوندی ایں
تیری گل بچے بھولے پاؤندی ایں

چھوٹی ہو کے بڑی مغرور ایں توں
ذرا سوچ کنّی بے شعور ایں توں

رب دی شان ناچیز وی چیز بن گئی
بے تمیز ہو کے باتمیز بن گئی

میرے جیہے تیرے وچ طور کتھے
میں پیار کتھے توں جنور کتھے

جد ایہہ گل گھری نے سن لئی
آئی جوش دے وچ تے بول پئی
سُن ایہہ کیہ ویرے کھولناں ایں
کیہڑی گل پچھے منہ دا بولناں ایں
دلوں بھیڑے خیال نوں کڈھ دیئے
چنگی گل نہ ہووے تے چھڈ دیئے
وڈا ہووں گا کیہ پروا میتھوں
لگا سن کے ذرا وکھ میتھوں

ہر شے وچ رب دیاں قدرتاں نیں

چھوٹا وڈا سب اوہدیاں خلقتاں نیں

رب تینوں جے وڈا بنا دتا

مینوں ٹہنی تے چڑھنا سکھا دتا

ذرا اپنی جگہ توں ہٹ تے سہی

دو تن قدم میرے نال ٹُر تے سہی

میرے جیہا کوئی گُن وکھا مینوں

چھالیا توڑ کے ذرا دکھا مینوں

کلّا کوئی نئیں جہان دے وچ

ہر اک ہستی اے اپنی شان دے وچ

۲۰-۹/۲۷